

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ
يَلْغُو عَنْهُ وَكَوْا آيَةً (رواه البخاري)

ماخوذ
مواظف حكيم الامت (مجلد ۲)

وعظ

الاستغفار

از افادات

حكيم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علي تھانوی قدس سرہ

حواشی

مولانا خلیل احمد تھانوی

شعبہ نشر و اشاعت جامعہ دار العلوم الاسلامیہ

کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور نمبر ۱۸

فون ہدانی انارکلی: ۷۳۵۳۷۲۸ کامران بلاک: ۳۲۸۰۶۰ ۵۲۲۲۴۱۳

باراقل
۳۳۰۰

سلسلہ تبلیغ
۵۴

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً (رواه البخاري)

وعظ

الاستغفار



از افادات

حکیم الامتہ مجدد الملتہ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ

عنوان حواشی

مولانا خلیل احمد تھانوی



ناشر

تبعة نشر و اشاعت جامعہ دار العلوم الاسلامیہ علامہ اقبال ٹاؤن
کامران بلاک لاہور

تہذیب
۱۹۹۸ء

جمادی الاولیٰ
۱۴۱۹ھ

فون کامران بلاک: ۴۴۸۰۶۰ - ۵۲۲۲۲۱۳ فون پرائی انارکلی: ۳۵۳۷۲۸

الاستغفار

نمبر شمار	عنوانات	صفحات
	الاستغفار	
۱	تمام پریشانیوں کا علاج	۴
۲	اُمم سابقہ کو خطا بات الہی ہمارے لیے بھی حجت ہیں	۴
۳	اصلاح کے دو درجے	۵
۴	اصلاح کے دو ثمرات	۶
۵	استغفار کے بیان کی ضرورت	۶
۶	مصائب کی شکایت یا تذکرہ کافی نہیں	۷
۷	بلاؤں سے نجات کی صحیح تدبیر	۸
۸	سچی طب کی طرف توجہ کی ضرورت	۹
۹	ترک اسباب علی الاطلاق جائز نہیں	۱۰
۱۰	اسلام نے جذبات طبعیہ کی بہت رعایت کی ہے	۱۲
۱۱	ایک بزرگ کا قصہ	۱۳
۱۲	کیفیات مطلوب بالذات نہیں	۱۳
۱۳	تدبیر حقیقی پر کفایت کرنا کافی ہے	۱۳
۱۴	ازالہ طاعون کے لیے تعویذات کو کافی سمجھنا غلطی ہے	۱۴
۱۵	ہر بلا و مرض کا اصلی سبب	۱۵
۱۶	امساک ہاراں کی تدبیر	۱۶
۱۷	دجال کا استدراج	۱۷

نمبر شمار	عنوانات	صفحات
۱۸	حق تعالیٰ شانہ پر اعتراض کفر ہے	۱۸
۱۹	استغفار اور رجوع الی اللہ بارش کی اصل تدبیر ہے	۱۹
۲۰	اس زمانے کے اکثر صلحاء مدابن ہیں	۲۰
۲۱	نہی عن المنکر سے چشم پوشی پر ایک عبرت ناک واقعہ	۲۰
۲۲	صلوۃ استقاء کی برکت	۲۱
۲۳	مقام سندید کی نماز استقاء کا قصہ	۲۱
۲۴	موضع لوباری کی صلوۃ استقاء کا قصہ	۲۲
۲۵	کامیابی کی حقیقت	۲۳
۲۶	مال و جائیداد کامیابی کی صورت ہے	۲۴
۲۷	اصلی مقصود راحت قلب ہے	۲۵
۲۸	حق تعالیٰ شانہ کی محبت کا اثر	۲۶
۲۹	اہل اللہ کے مصائب میں پریشانی نہ ہونے کا سبب	۲۸
۳۰	دین کی طرف صحیح طریقہ سے متوجہ ہونے کی ضرورت	۲۹
۳۱	خواب بزرگی کے ثمرات میں سے نہیں	۳۱
۳۲	بزرگوں کی محفل میں دنیا بھر کی خبریں سنانا لغو حرکت ہے	۳۲
۳۳	اصلاح کا طریق	۳۲
۳۴	حقوق العباد کا استغفار	۳۳

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۳۵	آمد و خرچ کے خلاف شرع ذرائع	۳۴
۳۶	کو کین کھانے کی خرابیاں	۳۵
۳۷	حضرت گنگوہیؒ کے بابہمت مرید کا قصہ	۳۶
۳۹	توبہ کے لوازم	۳۷
۳۹	اصلاح کا شر	۳۸
۴۰	تولی کی قسمیں	۳۹

الاستغفار

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره و نؤمن به و نتوكل عليه و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له و من يضلله فلا هادي له و نشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و نشهد ان سيدنا و مولانا محمداً عبده و رسوله و صلى الله تعالى عليه و على آله واصحابه و بارك وسلم.

اما بعد! فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم. بسم الله الرحمن الرحيم. يا قوم- استغفروا ربكم ثم توبوا اليه يرسل السماء عليكم مدراراً و يزدكم قوة الى قوة كم ولا تتولوا مجرمين^(۱).

ترجمہ: اے میری قوم تم اپنے گناہ (کفر و شرک وغیرہ) اپنے رب سے معاف کراؤ (یعنی ایمان لاؤ) پھر (ایمان لا کر) اس کی طرف متوجہ رہو وہ تم پر خوب بارش برسا دے گا اور (ایمان و عمل کی برکت سے) تم کو اور قوت دے کر تمہاری (موجودہ) قوت میں ترقی کر دے گا (پس ایمان لے آؤ) اور مجرم رہ کر (ایمان سے) اعراض مت کرو (۱۲)

تمام پریشانیوں کا علاج

اس آیت کریمہ کا مضمون ہود علیہ السلام کا خطاب ہے اپنی قوم کو حق تعالیٰ نے اس مقام پر اس کو نفل فرمایا ہے اس آیت کو اختیار کرنے کی وجہ یہ ہوتی کہ ہر چند کہ ہماری ہر حالت ایک سے ایک زیادہ ایسی ہی ضروری ہے کہ اس کے متعلق بیان کیا جاوے تاہم بعض حالت کا اقتضاء^(۱) یہ ہوتا ہے کہ اس کے اشتراک اور عموم^(۲) کی وجہ سے مناسب سمجھا جاتا ہے کہ اس کے متعلق اہم سمجھ کر بیان کیا جاوے اس وقت مسلمانوں کی یہ حالت دیکھ کر کہ کم و بیش^(۳) سب پریشانی میں مبتلا ہیں مناسب معلوم ہوا کہ اس مضمون کو اختیار کیا جاوے کہ اس میں معالجہ ہے تمام پریشانیوں کا ترجمہ سے معلوم ہوگا کہ وہ کیا مضمون ہے اور نیز معلوم ہو جائے گا کہ اس کی ضرورت ہے۔ خلاصہ آیت کا یہ ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام اپنی قوم سے فرماتے ہیں۔ یا قوم استغفروا ربکم النخ (اے میری قوم اپنے گناہوں کی اپنے رب سے معافی مانگو) الخ

اہم سابقہ^(۴) کو خطابات الہی ہمارے لیے بھی حجت^(۵) ہیں

یہاں پر شبہ نہ کیا جاوے کہ ہم لوگ تو امت محمدیہ ﷺ میں ہم کو ہود علیہ السلام کا ارشاد سننے سے کیا فائدہ اس لیے کہ یہ مسلم ہے کہ اہم سابقہ کے احکام^(۶) بلا انکار^(۷) اگر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ ہم کو سناویں تو وہ ہمارے لیے بھی حجت ہیں اور دوسری وجہ یہ کہ اصول یعنی عقائد اور اخلاق حمیدہ کے مامور بہ ہونے میں سب انبیاء کا ایک مشرب^(۸) ہے اس میں کسی نبی کا اختلاف نہیں مثلاً توحید

۱۔ قصصنا ۲۔ سب لوگوں کے انس میں فریک ہونے اور اس کے عام ہونے کی وجہ سے ۳۔ تقریباً یہی ۴۔ پہلی امتیں ۵۔ دلیل ۶۔ پہلی امتوں کے احکام ۷۔ بغیر انکار ۸۔ اچھے اخلاق کا حکم دیا ہوا ہوتے ہیں سب انبیاء کا ایک ہی مذہب ہے

رسالت کا اعتقاد ظلم کا برا ہونا عدل کا مستحسن^(۱) ہونا سچ بولنا یہ بالاتفاق مسلم^(۲) ہیں اسی فہرست میں سے اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگنا بھی ہے جس کا اس آیت میں بیان ہے پس جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس ارشاد کی نقل کے بعد انکار نہیں فرمایا اور نیز یہ ان اعمال سے ہے کہ جن کا مامور ہے^(۳) ہونا تمام شرائع میں یکساں رہا ہے تو لامحالہ ہم بھی اس کے ضرور مخاطب ہوں گے رہی یہ بات کہ اگر اس مضمون کو بیان ہی کرنا تھا تو حضور ﷺ کا کوئی ارشاد نقل کر دیا جاتا۔ حضرت ہود علیہ السلام کا ارشاد کیوں نقل کیا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام کا ارشاد نقل کرنے میں ایک خاص مصلحت ہے وہ یہ کہ آپ صاحبوں کو معلوم ہو جاوے کہ یہ مضمون بہت ہی اہتمام کے قابل ہے اس لیے کہ قوم عاد بہت پرانی قوم ہے پس جبکہ وہ بھی اس مضمون کے مخاطب ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ بات کوئی نئی نہیں ہے بلکہ یہ وہ بات ہے کہ ہمیشہ سے انبیاء اپنی اپنی قوم کو کھتے آئے ہیں۔

اصلاح کے دو درجے

حضرت ہود علیہ السلام اپنی قوم کو ارشاد فرماتے ہیں اے میری قوم اپنے رب سے مغفرت مانگو پھر اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ خلاصہ ارشاد کا اصلاح کے دو درجے ہیں اول اپنے گناہ معاف کرانا اس کے بعد خدا تعالیٰ کی طرف طاعت کے ساتھ^(۴) متوجہ ہونا اس پر کیا ثمرہ مرتب ہوگا^(۵) یرسل السماء الخ یعنی استغفار اور رجوع الی اللہ کا ثمرہ دنیا میں تم کو یہ ملے گا کہ اللہ تعالیٰ تم پر بارش بھیجیں گے اور تمہاری قوت موجودہ کے اندر اور قوت بڑھاویں گے قوم عاد قوت کے اندر مشہور ہیں، آگے ارشاد ہے اور خدا تعالیٰ کے حکم سے روگردانی مت کرو^(۶) جرم کرتے

۱۔ اچھا۔ ۲۔ سب کے نزدیک بہتر ہے۔ ۳۔ حکم کیا ہوا ہونا۔ ۴۔ فرمانبرداری کے ساتھ۔ ۵۔ کیا نتیجہ مرتب ہونا

ہوئے، یہ آیت کا ترجمہ ہوا ترجمہ سے مضمون کی اجمالی تعیین ہو گئی ہوگی کہ اس کے دو جز ہیں اول مغفرت مانگنا دوسرے طاعت کی طرف رجوع کرنا۔ خلاصہ حاصل یہ ہے کہ آیت میں دو امور ہیں^(۱) استغفار اور رجوع الی الطاعت اور دو اس کے کے شرعے ہیں^(۲)۔

اصلاح کے دو ثمرات

اور دو اس کے شرعے ہیں، بارش ہونا اور قوت بڑھ جانا اور کمزوری اور ضعیف کا جاتا رہنا اور ایک منہی عنہ ہے وہ مجرم ہو کر اعراض کرتا ہے^(۳) ہو دھم نے جو اس میں فرمایا باعتبار مقصود ایراد کے^(۴) یہ در حقیقت اللہ تعالیٰ ہی کا ہم کو ارشاد ہے گویا اللہ تعالیٰ ہم کو ارشاد فرما رہے ہیں کہ اگر تم کو کسی قسم کی شکایت قیظ کی یا کمزوری یا اوبار یا تنزل کی ہو تو اس کی تدبیر اور اس کا علاج وہ ہے جو ہم نے بتلایا ہے اور وہ نہیں ہے جو تم نے اختیار کیا ہے۔ یہ حاصل ہے اس مقام کا۔

استغفار کے بیان کی ضرورت

ترجمہ سے مضمون کی تعیین اور حاصل سے اس کی ضرورت کا علم ہو گیا ہوگا کہ اس مضمون کی کیا ضرورت ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مسلمانوں کو عموماً دیکھا جاتا ہے کہ پریشان ہیں اور یوں تو ہر شخص کو خاص خاص پریشانیاں ہیں مگر ایک عام پریشانی اور مشترک و مدید شکایت تو تنزل اور پستی کی ہے^(۵) کہ یہ پرانی

۱۔ دو چیزوں کا حکم دیا گیا ہے ۲۔ اور دو اس کے نتیجے ہیں ۳۔ ایک چیز سے روکا گیا ہے وہ مجرم بن کے منور ہے ۴۔ حدود کا فرمانا ایک مقصود کو بیان کرنے کے مترادف ہے ۵۔ مگر ایک عام پریشانی اور مشترک و مدید شکایت تو مسلمانوں کی حالت کرنے اور پستی کی ہے

شکایت ہے دوسرے جدید پریشانی قحط اور قلت باراں^(۱) کی ہے۔ یہ دو پریشانیاں اس وقت ہم سب کو عام ہیں اس لیے ان کا انتظام ضروری ہے کیونکہ انسان کو جو مصیبت لاحق ہوتی ہے عقل اس کو مقتضی ہے کہ اس کی تدبیر کرے اور تدبیر بھی وہ جو صحیح تدبیر ہے۔

مصائب کی شکایت یا تذکرہ کافی نہیں

ہمارے بھائیوں کی یہ حالت ہے کہ بعض تو ان سے ایسے جوان مرد ہیں کہ تدبیر کی پرواہ ہی نہیں کرتے اور بعض جو کچھ کرتے بھی ہیں وہ الٹی تدبیر کرتے ہیں پس یہ کھنا صحیح ہے کہ بالکل تدبیر کرتے ہی نہیں چنانچہ بعض تو صرف یہ کرتے ہیں کہ بس شکایت کرتے ہیں کوئی تو کہتا ہے کہ امسال^(۲) ایسی خشکی ہوئی ہے کہ مویشیوں^(۳) کو چارہ تک نہیں ملتا ہے بھوکے مر رہے ہیں کوئی کہتا ہے اس فصل میں بارش نہ ہوئی تو گرانی بہت زیادہ ہو جائے گی جو ذرا دندار ہیں وہ کہتے ہیں کہ میاں یہ سب ہماری شامت اعمال ہے مگر اصلاح وہ بھی نہیں کرتے جو اصطلاح جدید ذرا مہذب ہیں وہ ترقی و تنزلی پر لیکچر دیتے ہیں۔ کوئی بیماری کی شکایت کرتا ہے۔ میرے پاس بھی خطوط آتے ہیں کہ بعض جگہ بیماری شروع ہو گئی ہے کوئی کہتا ہے کہ خیر بھائی ہمارے یہاں تو گویا بالکل بے فکرے ہی ہو گئے یہ اور بھی غضب ہے یاد رکھو کہ جیسے تمہارے یہاں بیماری ہونا اندیشہ ناک ہے اسی طرح تمہارے آس پاس ہونا یہ بھی خوفناک ہے اللہ تعالیٰ نے کفار کو ان دونوں سے خوف دلایا ہے چنانچہ ارشاد ہے وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا

۱۔ قحط اور بارش کی کمی کی ہے یہ دو آہستہ اس وقت تھیں آج بھی اگر اس قسم کی کوئی آفت آئے اسلامی
طرح ہے جو ذکر کیا جائیگا ۱۲ھ ۲۔ اس سال ۳۔ جانوروں

تصییہم بما صنعوا قارعة او تحل قریباً من دارہم۔ (اور یہ کہ) کے) کافر تو ہمیشہ (آئے دن) اس حالت میں رہتے ہیں کہ ان کے (بد) کرداروں کے سبب ان پر کوئی حادثہ پڑنا رہتا ہے یا ان کی بستی کے قریب نازل ہوتا رہتا ہے) (ہے)

پس ہمارے شہر میں بیماری کا ہونا جیسے خوفناک ہے اسی طرح ہمارے صنعت میں ہونا یا ہماری کمشنری میں ہونا یا ہمارے ملک میں ہونا بھی خطرناک اور فکر کی بات ہے غرض دو شکایتیں اس وقت غالب ہیں ایک بیماری وقط وغیرہ کی اور دوسری قوم کے ذلیل اور روز بروز کمزور ہوتے جانے کی اور باقی خاص خاص شکایتیں یا خاص خاص بیماریوں کی شکایتیں وہ تو معمولی طور پر رہتی ہی ہیں مگر اس وقت غالب اور مشترک آفات کے متعلق عرض کرتا ہوں اور مجھ کو اس میں دو جماعتوں کی شکایت ہے اول شکایت تو عام لوگوں کی ہے اور دوسری مہذب لوگوں کی ہے جو کہ بیدار مغز^(۱) کہلاتے ہیں۔

بلاؤں سے نجات کی صحیح تدبیر

میں سمجھتا ہوں کہ یہ پریشانیاں سب صحیح اور واقعی ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ ان کی کوئی تدبیر بھی ہے یا نہیں اور اگر ہے تو میں مطلق تدبیر کے متعلق پوچھتا ہوں کہ کس چیز کی ابرج و نفع^(۲) تدبیر کون سی ہوتی ہے آیا وہ تدبیر جو عقلاء مض استدلال^(۳) سے تجویز کریں یا وہ جو کوئی تجربہ کار بعد تجربہ کے تجویز کرے سو بڑا فرق ہے عاقل کی تجویز اور تجربہ کار کی تجویز میں چنانچہ مثل ہے۔

سل المجرب ولا تسئل الحکیم۔ (تجربہ کار سے دریافت کرو

۱- سمجدار ۲- سب سے راجح اور نفع والی تدبیر کوئی ہے ۳- دلیل لانا

عاقلاً سے مت پوچھو) عاقل کی تجویز تو محض تمحینی^(۱) رائے کی طرف مستند^(۲) ہوتی ہے اور تجربہ کار کی تجویز تکرار مشاہدہ سے ناشی^(۳) ہوتی ہے اور ثانی^(۴) کی ترجیح اول پر ظاہر ہے پس جبکہ تجربہ کار کا علم، حالانکہ وہ بھی استدلالی ہے حکیم کے علم پر ترجیح دیا جاتا ہے تو عالم الغیب والشاہدہ^(۵) کا علم کیوں تسلیم نہیں کیا جاتا اور اس سوال کے جواب میں یوں کیوں نہیں کہا جاتا کہ حق تعالیٰ سے اس کی تدبیر پوچھو خاص کر جو عالم اور حکیم سب کچھ میں اگر کسی مرض کا نسخہ عطا فرمادیں تو کیوں اس کو استعمال نہیں کیا جاتا اس دوا سے بڑھ کر اور کون سی دوا ہوگی جو مرض اور دوا کے خالق سے عطا ہو عقلاء اور اہل الرائے تو محض تمحینی^(۶) اور رائے اور قیاس ہی سے کہتے ہیں کہ اس مرض کی یہ دوا بے مشکلاً طاعون ہی ہے اس کی دوائیں اور تدبیریں محض ظنی ہیں ان کی نافعیت^(۷) کا اور ان کے استعمال کرنے کا مخالفت نہیں ہوں یہ اطباء کی ہی عادت ہے کہ جس طبیب کا علاج کرو دوسرا نسخہ پینا اس کے نزدیک جائز نہیں اور حق تعالیٰ کو یہ حق بدرجہ اولیٰ حاصل تھا کہ وہ یہ فرمادیتے کہ جو ہم نے دوا اور تدبیر بتلائی ہے اس کو ہی استعمال کرو خصوصاً اس صورت میں جبکہ تدبیر صحیح کا انحصار بھی اسی میں ہے لیکن ان کی یہ رحمت ہے کہ اور تدبیروں کو بھی ناجائز قرار نہیں دیا اس لیے میں تدبیر ظنیہ مجوزہ عقلاء کا مخالفت نہیں^(۸)

سچی طب کی طرف توجہ کی ضرورت

بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ صرف تدابیر ظاہری اور طب کے ایسے پیچھے

۱۔ اندازے سے ۲۔ سند یافتہ درست ۳۔ تجربہ کار کی تجویز بار بار مشاہدہ کرنے کے بعد پیش کی جاتی ہے

۴۔ دوسری کی پہل پر وجہ ترجیح ظاہر ہے ۵۔ یعنی اللہ تعالیٰ ۶۔ صرف اندازے سے ۷۔ لائقہ مند ہونا

۸۔ اہل عقل کی تجویز کرو تمحینی تجویز کا مخالفت نہیں ہوں

کیوں پڑے ہو کہ صحیح تدبیر اور سچی طب کو بالکل ہی بھول گئے۔

چند خوافی حکمت یونانیاں حکمت ایمانیاں راہم ہداں

صحت ایں حس بہوئید از طبیب صحت آں بہوئید از حبیب

صحت ایں حس ز مہموری تن صحت آں حس ز تخریب بدن

(یونانی حکمت کی کتابیں کب تک پڑھتے رہو گے کچھ دن حکمت ایمانی یعنی معرفت کی تو پڑھو۔ حس جسمانی کو درست کرنا چاہتے ہو تو طبیب سے رجوع کرو اور اگر حس روحانی کو ترقی منظور ہو تو مرشد کامل سے رجوع کرو۔ حس جسمانی سے تو بدن کی درستی ہوتی ہے اور حس روحانی کی صحت بدن کی تخریب سے ہوتی ہے۔

پس جو طب حکیم حقیقی نے ارشاد فرمائی ہے بالکل کافی ہے لیکن باوجود اس کے یہ بھی اجازت دے دی ہے کہ اور نسخہ بھی پیو تو حرج نہیں بلکہ ترغیب دی ہے مددو اعباد اللہ (اللہ کے بندوں سے عللج کرواؤ)

ترک اسباب^(۱) علی الاطلاق جائز نہیں

جس کی حقیقت اہل اللہ و مریدان قلب نے سمجھی چنانچہ انہوں نے ترک اسباب کو علی الاطلاق جائز نہیں رکھا یہاں سے وہ شبہ بھی رفع^(۲) ہو گیا جو کہ بہت لوگ ناتمام باتیں سن کر سمجھ دیا کرتے ہیں کہ یہ مولوی تو چاہتے ہیں کہ دنیا کے کاروبار ترک کر کے مسجد کے کونڈ میں تسبیح لے کر بیٹھ جاویں حاشا وگلا^(۳) مولویوں کا یہ مقصود ہرگز نہیں بلکہ تم اگر ایسا کرو بھی تو وہ تم کو روک دیں کیونکہ آدمی بالطبع اسباب ظاہرہ کا خوگر^(۴) بنایا گیا ہے پس اگر اسباب کو ترک کرے گا

۱۔ اسباب اختیار نہ کرنے کو مطلق جائز قرار نہیں دیا ۲۔ دور ۳۔ باقیل کی لفظی سختی سے کرنے کے لیے یہ لفظ بولا جاتا ہے یعنی ایسا ہرگز نہیں ہے جو تہذیب خیال ہے ۴۔ مادی

تو اس کی جمعیت و سکون میں ضرور فرق پڑے گا اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک طبیب کامل ہے اس کو مریض کے حال پر بہت عنایت اور شفقت ہے اس نے مریض کو نسخہ لکھ کر دیا لیکن وہ طبیب یہ بھی جانتا ہے کہ اس مریض کو ضعف اور توہم^{۱۱} کی وجہ سے اس پر قناعت نہ ہوگی اور اس کو خیال رہے گا کہ فلاں دوا اگر پیتا تو جلدی کامیاب ہو جاتا اور یہ اس کی دھن اور ادھیڑ پن ممکن ہے کہ اس حد تک ہو کہ اصلی دوا سے بھی اعراض کرے اس لیے وہ براہ عنایت اس کی تسلی کے واسطے کہہ دیتا ہے کہ دوا تو اس مرض کی یہی ہے جو ہم نے بتلائی ہے لیکن اگر تم کوئی اور دوا بھی پیو تو تم کو اختیار ہے تو اس مریض کو اگرچہ شفا اور صحت تو اسی باقاعدہ اور صحیح نسخہ سے ہوگی اور مریض خواہ کچھ سمجھے لیکن طبیب کو چوں کہ شفقت اور محبت ہے وہ اپنا نام بھی کرنا نہیں چاہتا۔ اس کا مقصود تو یہ ہے کہ اس کو صحت ہو جائے۔ وہی مثل ہے کہ کام تو کسی کا اور نام کسی کا۔

کار زلف تست مشک افشانی لاما شغال

مصلحت راستہ بر آہوئے چیں بست اند

(مشک افشانی تیری زلفوں کا کام ہے لیکن مصلحتاً عشاق نے چین کے ہرنوں پر الزام لگادیا ہے)

پس اسی طرح حق تعالیٰ کا مقصود یہ ہے کہ ہمارے بندے کسی طرح اچھے ہو جائیں چاہے وہ حکیم جی بی کا نام کر دیں اور ان کو پریشانی نہ ہو پس یہ وجہ ہے کہ ترک اسباب کو منع کر دیا ورنہ وصامن دابة فی الارض الا علی اللہ رزقہا۔ (اور کوئی (روزمی کھانے والا) جاندار روئے زمین پر چلنے والا ایسا نہیں کہ اس کی روزمی اللہ کے ذمہ نہ ہو) کا مقتضی تو یہ تھا کہ سب اسباب ترک کر دیتے اور

تجارت زراعت نوکری صنعت یک لخت چھوڑ دیتے ہاں اقویاء^(۱) کو اجازت دی ہے کہ اگر تم ترک اسباب کرو تو جائز ہے اس لیے کہ ان کو ترک اسباب سے اپنی قوت توکل کی وجہ سے پریشانی لاحق نہ ہوگی باقی ضغفاء^(۲) کو یہی حکم ہے کہ مدبیر کرو ایک صحابی کا قصہ ہے کہ ان سے تھکت تبوک لغزش^(۳) ہو گئی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے میری توبہ قبول فرمائی ہے اس کے شکریہ میں میں چاہتا ہوں کہ اپنا سب مال تصدق کر دوں فرمایا نہیں۔ سب مت دو کچھ رکھ لو۔

اسلام نے جذبات طبعیہ کی بہت رعایت کی ہے

اس قصہ سے اور نیز شریعت کے ہر ہر حکم سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ شریعت نے جذبات طبعیہ کی بڑی رعایت کی ہے اور اسلام کے سب احکام فطرت سلیمہ کے موافق ہیں۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے بی بی نے عرض کیا کہ میں اپنی جائیداد وقف کرنا چاہتی ہوں حضرتؒ نے یہ کہ نہیں نہیں ایسا نہ کرو کچھ رکھ لو نفس کو کبھی پریشانی ہو جایا کرتی ہے۔ پھر وہ پریشانی دین تک مقتضی ہوتی ہے حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ وہ زمانہ گیا کہ درہم و دینار رکھنا تقویٰ و توکل کے خلاف تھا اب تو اگر کسی کے پاس کچھ مال ہو تو اس کو حفاظت سے رکھنا چاہیے کہ کم ہمت انسان جب مجلس ہوتا ہے تو اول اس کا دین ہی برباد ہوتا ہے بعض بزرگوں نے رزق ملنے کی عجیب طریقہ سے دعائیں مانگی ہیں۔

۱۔ بہت لوگوں کو ۲۔ کمزوری کو ۳۔ غزوہ تبوک میں شریک ہونے سے رہ گئے تھے بوجہ سستی کے پھر اس سے توبہ کر لی تھی

ایک بزرگ کا قصہ
چنانچہ ایک بزرگ نے دعا کی تھی کہ اے اللہ جو کچھ میری قسمت میں لکھا ہے ایک دم سے دے دو ارشاد ہوا کہ کیا ہم پر اطمینان نہیں عرض کیا کہ اطمینان کیوں نہیں شیطان مجھ کو بہکانا ہے اور کہتا ہے کہ کہاں سے کھائے گا میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ دے گا وہ کہتا ہے کہ یہ تو یقینی ہے کہ دے گا مگر یہ تو خبر نہیں کہ کب دے گا اس سے میں پریشان ہوتا ہوں آپ مجھ کو اگر ایک دم سے دے دیں گے تو میں کو ٹھٹھی میں بند کر کے رکھ لوں گا جب شیطان کھے گا کہ کہاں سے کھائے گا میں کہہ دوں گا کہ اس کو ٹھٹھی میں سے کھاؤں گا وہ اس میں کوئی شبہ نہ ڈال سکے گا۔ اور پریشان نہ کر سکے گا۔

کیفیات مطلوب بالذات نہیں

یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سلوک میں خاص کیفیات مثلاً باوجود مال نہ ہونے کے پریشانی نہ ہو سو یہ مطلوب نہیں اگر مال رکھ کر جمعیت^(۱) اور تسلی ہو تو رکھنے اور اگر خرچ کر کے اطمینان حاصل ہو تو خرچ کر دے بعض طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر ان کی ملک میں بہت سی چیزیں ہوں تو ان کا دل گھبرااتا ہے بہر حال اس باب میں سے دوا دارو کی بھی اجازت ہے لیکن دوا کو موثر بالذات^(۲) نہ سمجھے کہ بغیر اس کے شفا ہی نہ ہوگی بہت لوگ ہم نے دیکھے ہیں کہ دوا بالکل نہیں کرتے ہیں۔

تدبیر حقیقی پر کفایت کرنا کافی ہے

جلال آباد کے ایک رئیس سنے گئے حکیم کو بلاتے گا مری بھیجتے فیس دیتے

۱- دل مطمئن رہے ۲- اپنی ذات کے اعتبار سے اثر کرنے والی نہ سمجھے بلکہ اللہ کے حکم سے اثر کرنے والی خیال کرے

اور حکیم جی سے کہتے کہ آپ بلا تامل جتنے کا چاہیں نسخہ لکھیے دس کا بیس کا پچاس کا چنانچہ حکیم جی نسخہ لکھ دیتے ملازم کو دیتے کہ جاؤ بجائی دکھلاؤ عطار کو کتنے کا بے عطار کہتا کہ بیس روپیہ کا ہے کہتے لاؤ صندوقی سے بیس روپے گن کر دیتے کہ جاؤ خیرات کر دو مساکین کو میری یہی دوا ہے چنانچہ جب یہ عمل کرتے فوراً اچھے ہو جاتے ہمارے ایک دوست ہیں وہ بھی دوا نہیں کرتے اس مرتبہ وہ سخت بیمار ہوئے ہر چند ان کو سمجھایا گیا کہ علاج کرو مگر ایک نہ سنی آخر لوٹ پوٹ چند روز کے بعد اچھے خاصے ہو گئے معلوم ہوا کہ تدبیر حقیقی پر کفایت کرنا بالکل کافی ہے اگر کوئی کہے کہ اگر تدبیر حقیقی یہی ہے تو کیا وجہ ہے کہ بعضے لوگ نرمی دوا سے اچھے ہو جاتے ہیں۔

صاحبو! تم سمجھتے ہو کہ وہ اچھے ہو گئے وہ اچھے نہیں ہیں ایک بخار تو چلا گیا اس کو ایک بخار اور ہے جو اس کے لیے روح فرسا بن^{۱۱} رہا ہے جس کا انجام ہلاک جسمانی ہی نہیں بلکہ ہلاک ابدی ہے۔ اصلی تدبیر طاعت ہی ہے اس کے ہوتے ہوئے دوا کی اجازت ہے پس جمع کرنا جائز اور نرمی طبعی تدبیر پر اکتفا کرنا ناجائز ہم لوگ اسی میں مبتلا ہیں کہ اور تدابیر سب کرتے ہیں اور اصلی تدبیر سے غافل ہیں۔

ازالہ طاعون کے لیے تعویذات کو کافی سمجھنا غلطی ہے

سو طاعون کی تدبیر میں صفائی مکانات کی اور فنا کی ہی کافی نہیں ہے بلکہ دوسری صفائی بھی ضروری ہے اور یہ دوسری صفائی وہ نہیں جو بعضے بد مذاق لوگ سمجھتے ہیں یعنی وہ تعویذوں کو کافی سمجھتے ہیں کہ تعویذ دروازہ پر چسپاں کر دو طاعون تعویذ سے ڈر کر بھاگ جائے گا۔ یہ ان سے بڑھ کر ہیں جو دوا پر اکتفا کرتے ہیں

کیونکہ دوا کا کھانا اور استعمال کرنا بیماری زائل ہو جانے کی طبعی تدبیر تو ہے لیکن تعویذ کا چسپاں کرنا طاعون کے بھاگ جانے کے لیے تو اس درجہ کی طبعی تدبیر بھی نہیں اور نہ باطنی و حقیقی جیسا کہ اصلاح حالت تدبیر حقیقی ہے پس اس پر اتنا اعتقاد رکھنا بہت ہی عجیب ہے جتنا وہ لوگ رکھتے ہیں جو کہ تعویذوں کے معتقد ہیں یعنی ان کو شک ہی نہیں ہوتا گویا ایک پٹ لکھو الیا ہے صاحبو! طاعون تو جب بھاگے جبکہ باہر سے آتا ہو طاعون تو گھر کے اندر موجود ہے باہر تعویذ لگانے سے کیا ہوتا ہے وہ طاعون کیا ہے معصیت^۱ کیونکہ طاعون ہو یا کوئی اور مصیبت ہو اس کا اصلی سبب تو معصیت ہے۔

ہر بلا و مرض کا اصلی سبب

پس جب معصیت بحالہ^۲ رہے تو دشمن تو تمہارے گھر کے اندر ہے باہر کے انتظام سے کیا ہوتا ہے مولانا فرماتے ہیں۔

در بہ بست و دشمن اندر خانہ بود

حیدر فرعون زیں افسانہ بود

(دروازہ بند کر لیا لیکن دشمن گھر کے اندر تھا۔ فرعون کا حیدر محض افسانہ تھا ۱۲)

یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ہے کہ فرعون نے اپنے دشمن کو یعنی موسیٰ علیہ السلام کو گھر کے اندر رکھا اور ان کو پرورش کیا اور دشمنوں کا انتظام کرتا تھا صاحبو! لوگ باوجود اصلاح نہ کرنے کے جو تدبیر کر رہے ہیں یہ فرعون کی تدبیر ہے کہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی جو اصلی سبب ہے، پریشانیوں کا اس کو چھوڑتے نہیں اور بالائی تدبیریں^۳ کرتے ہیں یاد رکھو جب تک کہ مرض کے اصلی سبب کا

۱۔ گناہ نافرمانی ۲۔ جب نافرمانی اپنے حال پر ہے ۳۔ اوپر کی تدبیریں

استیصال^(۱) نہ کیا جاوے مرض نہ جائے گا پس جب تک کہ معصیت نہ چھوڑیں گے ان بلوں سے خلاصی^(۲) نہیں ہو سکتی سو اس سبب کی طرف کسی کو التفات تک بھی نہیں آپ ہی بتائیے فیصدی کتنے ایسے لوگ ہیں جن کو اس کا احساس ہو اور وہ تدبیر کرتے ہوں ہاں ظاہری تدبیریں کرتے ہیں لیکن اصلی تدبیر سے غفلت ہے اور بعضے کوئی تدبیر بھی نہیں کرتے۔

امساک باراں کی تدبیر

دیکھئے آج کل بارش کی کمی ہے۔ بتائیے اس کے لیے کیا تدبیر کی ہے طاعون میں تو خیر کچھ کرتے بھی ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ تدبیر کو منسخر سمجھ لیا ہے اپنی وہی اور ظنی تدبیروں اور اسباب میں اور طاعون کے کچھ ظاہری علاج بھی ہیں اس لیے اس کی تدبیر تو کر لی اور بارش برسنے کا کوئی طریقہ کسی کو یاد نہیں اس لیے اس سے عاجز ہیں بڑے بڑے مدبر اور عقلاء موجود ہیں لیکن کسی کی قدرت میں یہ بات نہیں کہ واقعی بارش برسا دیں باقی ایک گندی بارش ایک تدبیر سے بھی ہو چکی ہے اس کی نفی نہیں کرتا چنانچہ ایک حکایت میں نے ایک کتاب میں دیکھی ہے کہ فرعون خدائی کا دعویٰ کیا کرتا تھا۔ ایک سال بارش نہ ہوئی قحط ہو گیا لوگوں نے آکر شکایت کی کہ ہم لوگ قحط میں بلاگ ہو رہے ہیں تم کیسے خدا ہو بارش کیوں نہیں برساتے فرعون نے شیطان سے کہ کسی وقت اس سے دوستی ہو گئی تھی یہ سب قصہ کما شیطان نے وعدہ کیا کہ کل بارش ہوگی چنانچہ اس نے سب شیطانوں کو جمع کر کے کہا کہ سب اوپر جا کر موتو چنانچہ بارش تو ہوئی لیکن بدبو کے مارے دماغ پھٹے پڑتے تھے۔ فرعون نے پوچھا کہ یہ کیسی بارش، شیطان نے کہا کہ احمق ہوا ہے

۱۔ اصلی سبب کو جڑ سے اکھاڑ کر نہ پھینکا جائے گا۔ ۲۔ چھوڑا

جیسا تو خدا نے باطل ہے ویسی ہی تیری بارش ہے اور جیسے وہ خدا نے حقیقی ہیں اسی طرح کی ان کی بارش ہے۔

دجال کا استدراج^(۱) اور اس کے بطلان کی کھلی علامتیں

اور یہ جو حدیثوں میں آیا ہے کہ دجال جہاں چاہے گا بارش ہو جائے گی تو یاد رکھو کہ اس سے بارش کا اس کے قبضہ میں ہونا لازم نہیں آتا یہ استدراج ہے اس کے چاہنے پر ابتلاء اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوگی اس کے معتقد سمجھیں گے کہ اس نے بارش کی ہے لیکن یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ اس میں تو تلبیس^(۲) ہو جاوے گی جواب یہ ہے کہ یہ دھوکہ کی بات نہیں ہے اس لیے کہ اس کے ماتھے پر کافر لکھا ہوگا کہ جس کو پڑھا ان پڑھا سب پڑھ لیں گے اور دوسرے یہ کہ وہ کانا ہوگا اور حق تعالیٰ سب عیوب سے پاک ہیں لیکن باوجود اس کے بھی بعضے لوگ گمراہ ہو جائیں گے اور ان دونوں علامتوں کی تاویلیں کر لیں گے میرے ایک استاد بیان فرماتے تھے کہ ایک مقام پر ایک اندھے نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا ساٹھ ستر آدمی اس کے ساتھ ہو گئے ایک طالب علم نے اس سے کہا کہ اگر تم خدا ہو تو اپنی آنکھیں کیوں اچھی نہیں کر لیتے کہنے لگا کہ اپنے بندوں کا (نعوذ باللہ) امتحان کرتے ہیں کہ دیکھیں کون ہماری تصدیق کرتا ہے اور کون تکذیب^(۳) کرتا ہے غرضیکہ آٹھ پھوٹی ہوئی اور ماتھے پر کافر لکھا ہوا اس سے زیادہ اور کیا دلیل اس کے بطلان کی ہوگی یہ تو ایک موٹی بات ہے دوسرے ایک باریک بات اس کے بطلان کے شناخت^(۴) کی

۱۔ غلط عادت جو بات کسی نبی سے ظاہر ہو تو منجزہ ہوتی ہے بزرگ سے ہو تو کرامت اور اگر کسی مخالف شریعت سے ہو تو استدراج کہلاتی ہے ۲۔ حق کا باطل کے ساتھ ملا جلا کر آگے لے گا کہ آدمی دھوکے میں پڑ جائیں گے ۳۔ کون ہمیں سہا سمجھتا ہے اور کون جھٹکتا ہے ۴۔ اس کے باطل ہونے کی پہچان

حدیث میں آئی ہے وہ یہ کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم اس ظاہری بینائی سے اس کو دنیا میں دیکھو گے اور حق تعالیٰ کو دنیا میں ان آنکھوں سے کوئی دیکھ نہیں سکتا اس سے صاف معلوم ہوا کہ وہ خدا نہ ہوگا۔

ان دلائل کے ہوتے ہوئے بھی کوئی بگڑے تو بگڑے بہر حال بارش کے متعلق کوئی مدحیر بھی نہیں کرتے اور البتہ خالی حجاباتیں کیا کرتے ہیں، میاں کتنے دن ہو گئے بارش نہیں ہوئی قحط ہو گیا میں کہتا ہوں کہ اس کھنے سے کیا مقصود ہے کس کو سناتے ہو کیا یہ اللہ میاں پر اعتراض ہے یا اللہ میاں کو یا کسی آدمی کو صرف سنار ہے ہو آدمیوں کو سنانا تو ظاہر ہے کہ مقصود نہیں اس لیے کہ آدمی کچھ کر ہی نہیں سکتے اور اللہ تعالیٰ کو بھی صرف سنانا اور خبر دینا ہرگز مقصود نہیں اس لیے کہ وہ عالم الغیب والشہادۃ ہے اب یہی شق^{۱۱} رہی کہ یہ اعتراض ہے اور گویا مطلب یہ ہے کہ اسے اللہ یہ امر خلاف حکمت ہے ایسا نہ کرنا چاہیے حق تعالیٰ شانہ پر اعتراض کفر ہے

تو دیکھ لیجیے کہ حق تعالیٰ پر اعتراض کرنا کیا ہوتا ہے اگر قصد^{۱۲} ہی یہ اعتراض ہوتا تو میں اس کو کفر کہتا، لیکن اب جب کہ قصد نہیں ہے سخت بے ادبی اور گستاخی ضرور کہوں گا مجھے تو واللہ ان کلمات سے سخت وحشت^{۱۳} ہوتی ہے ہاں اگر اس جملہ خبریہ سے یہ مقصود ہو کہ دعا کرو کہ بارش ہو تو دوسری بات ہے لیکن قرآن عالیہ^{۱۴} سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی مقصود نہیں اگر کہو کہ ہمارا تو کچھ بھی مقصود نہیں ہوتا یوں ہی بانک دیتے ہیں تو اس صورت میں یہ لغو^{۱۵} ہوا اور لغو سے بھی احتراز کرنا چاہیے حدیث میں ہے من حسن اسلام

۱۔ ٹکڑا طرف ۲۔ جان بوجہ کر ۳۔ پریشانی ۴۔ لوگوں کی حالت کے قریب سے یہ بات معلوم ہوتی ہے

المرء ترکہ مالا یعنیہ (آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ لایعنی اور بے فائدہ باتوں کو چھوڑ دے) غرض ہم لوگوں کی یہ حالت ہے کہ فضول اور لغو میں تو مشغول ہیں اور جو اصلی اور صحیح تدبیر ہے اس سے غفلت ہے۔

استغفار اور رجوع الی اللہ بارش کی اصل تدبیر ہے

اور وہ تدبیر وہ ہے جو اس آیت کریمہ میں مذکور ہے یعنی استغفار اور رجوع الی اللہ (اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا) اگر کوئی شبہ کرے کہ یہ تدبیر بھی کی جاتی ہے چنانچہ دعائیں کرتے ہیں گناہوں سے توبہ کرتے ہیں مگر اس سے بھی کچھ نہیں ہوا تو صاحبو! جواب یہ ہے کہ خود آپ دیکھتے ہیں کہ یہ تدبیر کرنے والے بہت ہی کم ہیں تو یہ کیا تدبیر ہوئی کہ ایک نے تو تدبیر کی اور زیادہ اس کی ضد اور خلاف کریں یعنی ایسے اعمال کریں کہ الٹا اثر ہو اور اثر غالب ان ہی لوگوں کا ہوتا ہے جو زیادہ ہوں چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا انھلک وفینا الصلحون (کیا ہلاک کردو گے حالانکہ ہمارے درمیان نیک آدمی بھی ہیں) تو حضور ﷺ نے یہی ارشاد فرمایا نعم اذا کثر الخبث پس جب زیادہ ہوں تدبیر کے مرگب^(۱) ہیں تو باوجود بعض قلیل کے تدبیر کرنے کے مصائب کا نزول کیا محل شبر رہا باقی یہ بات کہ ان صلحاء پر تو وہ مصیبت نہ آنا چاہیے سو بعض حکمتوں سے عادیۃ اللہ یہ ہے کہ اس حالت میں دنیا میں جو مصیبت آتی ہے اس میں سب ہی شریک ہوتے ہیں ہاں آخرت میں اپنے اپنے اعمال کے موافق مشور^(۲) ہوں گے اور دنیا میں بھی وہ شرکت ظاہری حقیقت میں رحمت ہی ہوتی ہے سو بعض

۱۔ جب زیادہ لوگ میری تدبیریں اختیار کرتے ہوں تو تمہارے سے لوگوں کے تدبیر کرنے سے کیا ہوتا ہے۔
۲۔ جمع کیے جائیں گے

صلوا کے اعتبار سے تو یہ جواب ہے اور بعض صلوا کے اعتبار سے دوسرا جواب ہے۔

اس زمانہ کے اکثر صلحا مہن میں

وہ یہ کہ اس زمانہ کے بعض صلوا بھی منکرات کو دیکھتے دیکھتے مہن^(۱) ہو گئے اب جو لوگ علماء اور اتقیا اور صلوا کھلاتے ہیں باستثنائے خواص^(۲) اہل اللہ کے اکثر کی کیفیت یہ ہے کہ نافرمانی کرنے والوں سے ان کو انقباض^(۳) نہیں ہوتا بے تکلف میل جول کھانا پینا شادی بیاہ مرنے جینے میں شرکت اہل معصیت^(۴) کی کرتے ہیں میں نے سنا ہے کہ یہاں لوگ کو کہیں^(۵) بہت کھاتے ہیں مگر کوئی ایک ہی شخص بتلا دیکھے کہ اس نے اپنے کسی عزیز کو صرف اس وجہ سے چھوڑ دیا ہو کہ وہ کو کہین کھاتا ہے برابر ملتے جلتے ہیں۔ کسی طرح کی رکاوٹ نہیں ہوتی اسی طرح ہر معصیت کو سمجھ لیجیے۔

نہی عن المنکر سے چشم پوشی پر ایک عبرتناک واقعہ

حدیث شریف میں ائمہ سابقہ کے قصوں میں ایک قصہ وارد ہوا کہ جبرائیل علیہ السلام کو ایک گاؤں کی نسبت حکم فرمایا کہ اس کو الٹ دو۔ عرض کیا کہ اے اللہ فیہا فلان لم یعص قط۔ یعنی اس میں فلاں شخص ہے کہ اس نے کبھی گناہ نہیں کیا حکم ہوا کہ مع اس کے الٹ دو فانہ لم یتعمر وجہ فی قط یعنی وہ ہماری نافرمانی دیکھتا تھا اور کبھی اس کے چہرے پر تفریح نہیں ہوا۔ دیکھو جو شخص باغیوں سے ملتا ہے وہ بھی باغی ہی شمار ہوتا ہے۔ ایام

۱۔ سنی کرنے والے ۲۔ خواص کو کمال کر ۳۔ ان کے دل میں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ہوتی

۴۔ گناہگاروں ۵۔ شر کی ایک قسم ہے

غدر^(۱) میں جس نے باغیوں کو پناہ دی سرکار کے نزدیک وہ بھی مجرم شمار ہوا جس کے ہم وفادار ہوں گے تو یہ وفاداری کی بات نہیں ہے کہ اس کے دشمنوں سے ملیں۔ پس اگر صلحاء کہیں، ہیں بھی وہ بہت تھوڑے۔ زیادہ تعدا تو ایسے ہی لوگوں کی ہے جو نافرمانی میں مبتلا ہیں ہاں کوئی یہ ثابت کرے کہ بستی کی بستی صلح ہو اور پھر وہاں بلائیں اور امراض اور قحط ہو سو یہ بہت مشکل ہے صلاحیت اور تقویٰ تو بڑی چیز ہے اس کا تو اثر ہی دوسرا ہے برائے نام ہی کوئی تھوڑی دیر کے لیے حق تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کر دیکھ لے کہ کیا رحمت ہوتی۔

صلوۃ استسقاء کی برکت

دیکھو استسقاء کی دو ہی رکعت ہیں جو بہت سے بہت دس منٹ میں ہو جاتی ہیں لیکن پاستنٹائے^(۲) شاذو نادر کے بہت کم ایسا ہوا ہے کہ سوثر نہ ہوں۔ جب کبھی پڑھی گئی ہیں بارش ضروری ہوتی ہے کوئی رجوع ہو کر دیکھے تو۔

مقام سندیلہ کی نماز استسقاء کا قصہ

سندیلہ ایک مقام ہے وہاں ایک مرتبہ امساک ہاراں^(۳) ہوا قحط ہو گیا مخلوق بہت پریشان ہوئی۔ استسقاء کی نماز کئی روز پڑھی گئی بارش نہ ہوئی وہاں کے رؤساء کے پاس بازاری^(۴) عورتیں آئیں اور انہوں نے عرض کیا کہ صاحبو! یہ سب ہماری بد اعمالی کے نتیجے ہیں ہم تباہ کار سیہ رو^(۵) ہیں ہماری نموست سے تم کو بھی یہ پریشانی ہوئی ہم کو اجازت دے دیجیے کہ ہم بھی میدان میں جمع ہو کر توبہ

۱۔ غدر کے دنوں میں یعنی ترکیب آزادی کے زمانہ میں ۲۔ کبھی گنبد کے علوہ ۳۔ بارش نہ ہوتی مگر کی وجہ سے قحط پڑ گیا ۴۔ رندیاں ۵۔ تباہی پھیلانے والیاں سپاہ ہمرے والیاں اعمال کی سیاہی مراد ہے

کریں لیکن جب ہم جمع ہوں تو ایسا انتظام کر دیجیے کہ وہاں جنگل میں کوئی شخص ہمارے پاس نہ آوے ایسا نہ ہو کہ بجائے رحمت کے اور زیادہ غضب نازل ہو۔ چنانچہ انتظام کر دیا گیا اور وہ سب وہاں گئیں اور سجدے میں پڑ کر رونا شروع کیا اور کہا کہ اے اللہ یہ ہماری نحوست ہے ہم بہت گنہ گار ہیں ہم بہت سیہ روی ہیں ہماری وجہ سے مخلوق کو پریشان نہ کیجیے اور جو جو کچھ بن سکا حق تعالیٰ کی جناب میں عرض کیا حق تعالیٰ کو عاجزی پسند ہے ناقل اس حکایت کے یوں کہتے تھے کہ انہوں نے سر نہیں اٹھایا تھا کہ بارش شروع ہوئی اور خوب ہوئی مولانا فرماتے ہیں۔

ما بروں را ننگریم وقال را

مادروں را ننگریم و حال را

(ہم ظاہر اور قال کو نہیں دیکھتے ہم باطن اور حال کو دیکھتے ہیں)

یعنی ہم ظاہر کو اور الفاظ کو نہیں دیکھتے اگر الفاظ لمبے چوڑے باصابط ہوں لیکن خشک ہوں دل میں کچھ نہ ہو حق تعالیٰ کے نزدیک ان کا کچھ مرتبہ نہیں ہم تو دل کو اور مال^(۱) کو دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دکھلادیا کہ تقویٰ طہارت پر کسی کو ناز نہ ہو ہمارے دربار میں تقویٰ طہارت جب ہی مقبول ہے جبکہ اس میں عبدیت اور خضوع خضوع ہو اور خشک تقویٰ ہمارے دربار میں قابل قدر نہیں ہے۔

موضع لوباری کی صلوٰۃ استسقا کا قصہ

موضع لوباری میں ایک مرتبہ اسی طرح اساک کی وجہ سے^(۲) مسلمانوں نے استسقاء کی نماز کی تیاری کی۔ بچیے دیکھ کر کہتے تھے کہ اب کے تو بارش ہے ہی نہیں یہ فضول کوشش کر رہے ہیں مسلمانوں نے دعا کی کہ اے اللہ ہم کو ان کے

سامنے ذلیل نہ کر ابھی دعا ہی میں مشغول تھے کہ بارش شروع ہوئی۔ وہی بنیے کھنے لگے کہ یہ منے (مسلمان) رام جی کو بہت جلدی راجی (راضی) کر لیں ہیں۔ پس جبکہ باوجود ہماری اتنی کوتاہیوں کے تھوڑی سی توجہ میں بھی رحمت ہو جاتی ہے تو اگر ہم پوری اپنی اصلاح کر لیں اور دل سے توبہ اور رجوع الی الحق کریں تو کیسے رحمت نہ ہوگی۔

عاشق کہ شد کہ یار بجالش نظر نہ کرد
اے خواجہ درد نیست و گر نہ طبیب بست
(کوئی شخص ایسا نہیں کہ عاشق ہوا ہو اور محبوب نے اس کے حال پر نظر نہ کی ہو
اے صاحب (تمہیں) درد ہی نہیں ہے ورنہ طبیب موجود ہے)
پس یہ فرض فرض محال ہے کہ ہم سب نیک ہوں اور بارش نہ ہو!

کامیابی کی حقیقت

اور بالفرض اگر نہ بھی ہو تب بھی یوں نہ کہیں گے کہ ناکامی ہوئی۔ اس کو ناکامی کہنا کامیابی کی حقیقت نہ جاننے سے ہوا ہے۔ میں کامیابی کی حقیقت بتلاتا ہوں اس سے ناکامی کا علم ہو جائے گا۔ صاحب روپیہ مل جانا۔ ارزانی کا ہونا۔ روٹی کا ملنا۔ ہر شے کا حسب و نواہ^(۱) ملنا لوگ اس کو کامیابی کہتے ہیں یاد رکھو یہ کامیابی کی صرف صورت ہے۔ کامیابی کی حقیقت نہیں چنانچہ میں ایک مثال عرض کرتا ہوں اس سے آپ کو اندازہ ہو گا کہ یہ چیزیں اپنی مابیت^(۲) میں کامیابی نہیں ہیں۔ دو شخص فرض کیے جاویں ایک شخص تو ایسا ہے کہ ایک لاکھ روپیہ اس کی ملک میں ہے اور جائیداد ہے نو کہ چاکر غرض سب سامان دنیا کا اس کو میسر ہے لیکن اس پر

ایک مقدمہ فوجداری کا قائم ہو گیا اور اس میں پھانسی کا حکم ہو گیا۔ اور ایک دوسرا شخص ہے جو اسی کے پڑوس میں رہتا ہے جس کی اوقات یہ ہے کہ وہ ۸^{۱۰} کا مزدور ہے۔ مزدوری کی اور کھا کر اپنے بیوی بچوں میں سو رہا۔ یہ امیر آدمی ہمیشہ اس کو تحقیر کی نظر سے دیکھتا تھا۔ اگر آج اس امیر کو یوں کہا جاوے کہ تم کو ایک صورت سے خلاصی ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ تم اپنا سارا سامان اس شخص کو دے دو جائے تمہارے یہ اس جرم کا اقرار کر لے گا اور اس کو پھانسی ہو جاوے گی اور تم بچ جاؤ گے مگر اس کے بعد ناداری سے تمہاری حالت ایسی ہو جائے گی جیسی اس شخص کی ہے تو وہ امیر یقیناً یہی کہے گا کہ اس سامان کی کیا حقیقت ہے اگر اس سے دونا بھی میرے پاس ہو اور وہ دے کر میری جان بچے تو میں راضی ہوں، اور اگر اس غریب کو کہا جائے کہ تم کو اتنا روپیہ اور سامان ملتا ہے لیکن تمہاری جان لی جاوے گی وہ کہے گا کہ جب میری جان ہی گئی تو میں اس سامان کو لے کر کیا کروں گا۔ سو صاحبو! اگر یہ روپیہ اور جائیداد اور مکانات ہی کامیابی اور مقصود اصلی ہیں تو کیا وجہ ہے کہ آج ان کو وہ شخص کامیابی کیوں نہیں سمجھتا اور ان کے دینے پر کیوں راضی ہے اور وہ غریب آدمی کیوں ان کے لینے پر راضی نہیں ہوتا۔

مال و جائیداد کامیابی کی صورت ہے

پس معلوم ہوا کہ یہ سب چیزیں کامیابی کی صورتیں ہیں حقیقت کامیابی کی اور شے ہے وہ کیا ہے، راحت قلب چونکہ مال سے راحت ہوتی ہے اس لیے وہ مقصود ہے بالذات^{۱۲} مقصود نہیں ورنہ ہر حالت میں مقصود ہوتا۔ چنانچہ اس واقعہ نے

۱۔ آٹھ آٹھ روز کی مزدوری کرتا ہے ۲۔ اپنی ذات کے اعتبار سے مقصود نہیں ذریعہ کے اعتبار سے مقصود ہے کہ ذریعہ راحت ہے

ثابت کر دیا کہ خود غلط بود آنچہ ماہنداشتیم (جو کچھ ہم نے گمان کیا واقع میں غلطی تھی)

اصلی مقصود راحت قلب ہے

پس بڑی چیز اور اصلی مقصود راحت قلب ہے اسی واسطے وہ دو لاکھ روپیہ دینے پر بے تکلف اور دل سے راضی بلکہ مصر ہے اور وہ آٹھ آنے کا مزدور ان پر تھوکتا بھی نہیں۔ جب یہ ثابت ہو گیا تو اب ہم اس شب کا جواب دیتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ راحت اور سکون حقیقی جو حقیقت ہے کامیابی کی صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہے پس اس لیے میں نے کہا تھا کہ اصلاح و تقویٰ کے اختیار کرنے کے بعد اگر بارش وغیرہ بھی نہ ہو اور ظاہر مصیبت بھی دور نہ ہو تب بھی یوں نہ کہیں گے کہ ناکامی ہوئی۔ اس حالت میں بھی کامیابی ہی ہے اس لیے کہ اس شخص کو اس مصیبت میں بھی پریشانی نہ ہوگی راحت اور سکون ہی ہوگا۔ اور یہ نرا^(۱) دعویٰ ہی نہیں ہے کہ راحت منصرف ہے اطاعت میں۔

اہل طاعت کی حالت کا مشاہدہ کر لیجیے کہ ان کو کوئی شے^(۲) پریشان نہیں کرتی ان کا قلب ہر وقت مطمئن ہے اور جو کچھ حق تعالیٰ کی جانب سے پیش آتا ہے وہ اس پر دل سے راضی ہیں خواہ وہ نعمت ہو یا نعمت (مصیبت) ہو اور زانی ہو یا گزانی، بارش ہو یا نہ ہو اور وہ اسی کو دل سے کامیابی سمجھتے ہیں پس یہ ثابت ہو گیا کہ اگر سب نیک ہوں اور پھر بھی بارش نہ ہو تب بھی اس کو ناکامی نہ کہیں گے بلکہ وہی عین کامیابی ہے اس لیے کہ قحط اور امساک باران اسی وقت مصیبت ہے جبکہ اس سے پریشانی ہو اور جبکہ وہ ہر حالت میں راضی ہیں تو ان کے لیے یہ مصیبت ہی نہیں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ سب اگر اصلاح کر لیں تو اس کا کھنا ہی کیا ہے اگر

ایک شخص بھی اپنی اصلاح کر لے تو وہی کامیاب ہو جائے گا اس کو ہرگز پریشانی نہیں رہے گی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری میں جو راحت ہے وہ کسی شخص میں بھی نہیں ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ اہل اللہ کو حق تعالیٰ سے محبت ہوتی ہے۔

حق تعالیٰ شانہ کی محبت کا اثر

اور محبت وہ شے ہے کہ تمام تلقیوں کو شیریں کر دیتی ہے اور حق تعالیٰ کی محبت میں یہ اثر کیسے نہ ہوگا مجازی عشق میں یہ اثر ہوتا ہے کہ تکلیف کو راحت بنا دیتا ہے مثلاً کسی پر عاشق ہو اور آپ چلے جا رہے ہوں کہ پیچھے سے کسی نے ایک گھونڈ بڑی زور سے ایسا سید کیا کہ بڑی تکلیف و اذیت ہوئی پیچھے پھر کر جو دیکھا تو دیکھتے کیا ہیں کہ وہ گھونڈ مارنے والا وہ شخص ہے جس کے دیکھنے کی برسوں سے تمنا تھی اور غیبت^(۱) میں جس کا نام لے کر دل کو تسلی دیا کرتا تھا جیسے ایک حکایت ہے۔

دید مہنون رایکے صحرا نورد	در بیابان غمش بنشہ فرد
ریگ کاغذ بود انگشتان قلم	می نمودے بہر کس نامہ رقم
گفت امی مہنون شیدا چیت این	می نویسی نامہ بہر کیست این
گفت مشق نام لیلے می کنم	خاطر خود را تسلی می کنم

(کسی نے مہنون کو جنگل میں تنہا دیکھا کہ غمگین بیٹھا ہوا ہے کہ ریت پر انگلی سے کسی کو خط لکھ رہا ہے پوچھا اے مہنون کے خط لکھ رہے ہو کھنکھاکہ لیلے کے نام کی مشق کر کے اپنے دل کو تسلی دے رہا ہوں)

جس کا نام ہی بجائے مسمیٰ کے تھا اب وہ سامنے جلوہ افروز ہے اب آپ ہی

انصاف کیسے کہ اس حالت میں کیا اس گھونہ کی اس کو تکلیف ہوگی۔ اگر عشق میں سچا ہے تو یوں کہے گا کہ ایک گھونہ نہیں تم میرے دس گھونے کا لو مگر میرے سامنے رہو جسم کو تو اس سے تکلیف ضرور ہوگی لیکن قلب تو یہی کہے گا۔

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغ

مہود و ستال سلامت کہ تو خبر آزمائی

(دشمن کا ایسا نصیب نہ ہو کہ تیری تلوار سے ہلاک ہو دو ستوں کا مہر سلامت رہے کہ تو خبر آزمائی کرے)

اور یہ کہے گا۔

ناخوش تو خوش بود بر جان من

دل فدائے یار دل رنجان من

(تیرا ناخوش ہونا مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے ایسے محبوب پر دل قربان ہے جو میرے دل کو رنجیدہ کرنے والا ہے)

اور یہ کیوں ہے محض اس لیے کہ یہ محبوب کی جانب سے ہے۔ ع

از محبت تلخا شیریں بود

(محبت میں تلخیاں بھی شیریں ہیں)

جب مخلوق کی محبت میں یہ حالت ہے تو۔

عجب داری از سالکان طریق کہ باشند در بحر معنی غریق

خوشا وقت شوریدگان غمش اگر ریش بینند و گرم ہمش

گدایا نے از بادشاہی نفور بامیدش اندر گدائی صبور

و مادوم شراب الم در کشند و گر تلخ بینند دم در کشند

(تو سالکان طریق سے جو کہ حقیقت کے دریا میں غریق ہیں تعجب کرتا ہے اس کے

غم میں پریشان لوگوں کا کیا اچھا وقت ہے اگر غم رکھتے ہیں اور اگر اس پر مرہم رکھتے ہیں ایسے فطیر کہ بادشاہی سے نفرت کرنے والے اور اس کی امید پر فقیر می میں کرنے والے ہیں ہر وقت رنج کی شراب پیتے ہیں جب اس میں رنج کی تلخی رکھتے ہیں خاموش رہتے ہیں (۱)

جبکہ تمہارے جیسا آدمی جو تمہاری مثل خون اور کھال اور گوشت پوست (۲) سے بنا ہے تمہاری یہ حالت بنا دیتا ہے تو صاحبو! محبوب حقیقی کے عشق میں تو یہ اثر کیسے نہ ہوگا پس کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ بعد اصلاح کے بھی ناکامی ہوتی ہے۔

اہل اللہ کے مصائب میں پریشانی نہ ہونے کا سبب

رہی یہ بات کہ اگر محبوب ہی کی یہ مرضی ہو کہ مصیبت میں پہنچا رہے پھر تو کامیابی ہونا اور مصیبت سے ٹکنا ممکن ہی نہیں تو پھر کامیابی کدھر سے ہوتی۔ بات یہ ہے کہ میرا مقصود صرف یہ ہے کہ ان کو اطمینان اور چین اور سکون ہر وقت رہتا ہے اس کا نام میں نے باعتبار حقیقت کے کامیابی رکھا ہے میں نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ مصائب ان پر نہیں آتے مصائب صور یہ (۳) آتے ہیں مگر اس سے وہ پریشان نہیں ہوتے از ہارفتہ (۴) انہیں ہوتے اور کیوں ہوں اس لیے کہ وہ خوب جانتے ہیں کہ حق تعالیٰ بندہ کے واسطے وہی کرتے ہیں جو اس کے لیے بہتر ہو حق تعالیٰ کو ماں سے زیادہ شفقت ہے۔

ظلم می لرزوز نیش احتجام

مادر مشفق از ازل غم شاد کام

(اچھے نشتر لگانے سے لرزتا ہے مگر مشفق ہاں اس سے مطمئن اور خوش ہوتی ہے) خدا تعالیٰ ان کو مریض رکھیں یا تندرست مطلق رکھیں یا امیر مگر ان کو ذلیل اور پریشان نہیں کرتے اس کے خلاف کہیں بتلاؤ تب شبہ کی گنجائش ہے بہر حال ثابت ہو گیا کہ ان مصیبتوں سے بچنے کی تدبیر حقیقی صرف اطاعت کاملہ^(۱) ہے پس اس تدبیر کو اختیار کرو اور دین کی طرف توجہ کرو اور اس کے طریقہ سے توجہ کرو۔

دین کی طرف صحیح طریق سے متوجہ ہونے کی ضرورت
 بہت لوگ اس کے متعلق بھی غلطیوں میں مبتلا ہیں یعنی اگر دین کی طرف آتے ہیں تو نئے رنگ سے اور جو اس کا اصلی طریق ہے اس طریقہ پر نہیں چلتے۔ مثلاً کسی بزرگ سے کہتے ہیں کہ حضرت کوئی ایسی تدبیر کیجیے کہ گناہ مجھ سے نہ ہوں۔ گویا حضرت کے پاس کوئی زنجیر ہے کہ آپ کو اس میں جکڑ دیں گے تو گویا وہ زمرے بزرگ ہی نہیں بلکہ کو تو ال یا دار و نہ جیل بھی ہیں۔

ایک معقولی مولوی صاحب تھے ان کے ملنے کے لیے ایک خان صاحب رئیس آئے اور وہ رئیس مستاجری^(۲) پر گاؤں لیا کرتے تھے مولوی صاحب نے پوچھا خان صاحب گاؤں کا انتظام کس کے سپرد کر آئے خان صاحب نے فرمایا کہ بڑے پیر صاحب کے سپرد کر دیا۔ مولوی صاحب نے فرمایا آباہم تو یہ سمجھا کرتے تھے کہ بڑے پیر صاحب زمرے ولی ہیں معلوم ہوا کہ وہ گاؤں کے پدبان^(۳) بھی ہیں۔ ظاہر میں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ مولوی صاحب بڑے گستاخ تھے اور واقع میں گستاخ وہ خان صاحب تھے کہ بڑے پیر صاحب کو انہوں نے ایسے لغو کام کا سمجھا تو ایسے ہی ہمارے بھائی اول تو دین کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور اگر کچھ ضروری

شوق ہوتا ہے تو ایسی بے ہودہ فرمائشیں کرتے ہیں۔

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی

تلافی کی بھی عالم نے تو کیا کی

بعضے کہتے ہیں کہ حضرت اپنے سینہ میں سے کچھ دیدیجیے گویا ان کے پاس کوئی پڑیہ ہے کہ وہ اس میں سے تم کو بھی دیدیں گے ایک بزرگ نے اس کے جواب میں کہا تھا کہ جس کے سینہ میں سے تم مانگتے ہو یہ دیکھو کہ اس کے سینہ میں کیونکر آیا۔ برسوں مجاہدے کیے محنتیں کیں خد متیں کیں اپنے حظوظ نفسانیہ^{۱۱} پر خاک ڈالی جب کچھ ملا سو تم بھی اسی طرح کرو۔

صوفی شود صافی تا در نکشد جاے

بسیار سفر باید تا پختہ شود خاے

(صوفی جب تک بہت سے مجاہدے نہ کرے خام ہی رہتا ہے پختگی مجاہدات کے بعد حاصل ہوتی ہے)

بڑے بڑے سفر سے مراد مجاہدے اور مشقتیں ہیں اتنے مجاہدے کے بعد خامی گئی۔ غرض یہ نرا ضبط^{۱۲} ہے بعضے دانشمند ایسے لوگوں کا علاج بھی کر دیتے ہیں، جیسے ایک ظریف سناج شاہ صاحب کی نسبت ایک خانصاحب کو خیال ہو گیا کہ یہ کیمیا جانتے ہیں آئے اور بات شروع ہوئی۔ خانصاحب! السلام علیکم۔ شاہ صاحب و علیکم السلام۔ خانصاحب۔ شاہ صاحب میں نے سنا ہے آپ کیمیا جانتے ہیں۔ شاہ صاحب ہاں جانتے ہیں۔ خانصاحب۔ ہم کو بھی بتا دو۔ شاہ صاحب۔ نہیں بتلاؤ تمہارے باوا کے نوکر ہیں، پھر تو خانصاحب کو اور بھی زیادہ اعتقاد بڑھا اور منت کرنے لگے۔ شاہ صاحب نے کہا کہ خانصاحب جس طرح ہم نے

سیکھی ہے اس طرح سیکھو خدمت کرو پاؤں دباؤ تھے بھرو جو ہم کھلا دیں وہ کھاؤ اور جو ہم کہیں وہ کرو۔ اگر کبھی مزاج خوش ہو گا اور دل میں آجاوے گا بتا دیں گے۔

خانصاحب راضی ہو گئے رات ہوئی شاہ صاحب نے کچھ گھاس پھونس اپال کر خانصاحب کے سامنے رکھ دیا۔ خانصاحب نے ایسا کھانا کب کھایا تھا ذرا ناک چڑھانے لگے۔ شاہ صاحب نے کہا ابھی تو اول ہی منزل ہے جب خان صاحب نے یہ رنگ دیکھا تو کیسیا سے عمر بھر کے لیے توبہ کی۔

صاحبو! خدمتیں کرو۔ محنتیں کرو خدا تعالیٰ فضل فرمانے والے ہیں۔ طلب کا تو یہ حال پھر چاہتے ہو کہ بغیر ہاتھ پاؤں بلائے مل جائے تو یہ طریق بزرگ کے متعلق کلام تھا۔ اب اس کے ثمرات کے متعلق لیجیے کہ۔

خواب بزرگی ثمرات میں سے نہیں

بزرگی کے ثمرات اپنے ذہن میں کیا سمجھ رکھے ہیں مثلاً اگر کوئی اچھا خواب نظر آگیا بس یہ بزرگی ہے اور اگر خواب بند ہو گئے سمجھ گئے کہ بزرگی ہماری جاتی رہی۔ میرے پاس بہت خطوط خوابوں کے متعلق آتے ہیں میں تو جواب میں یہ شعر لکھ دیتا ہوں۔

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

چو غلام آفتابم ہمہ روز آفتاب گویم

(نہ شب ہوں نہ شب پرست جو خواب کی تعبیر بیان کردوں محبوب حقیقی کا غلام ہوں اسی کی باتیں بیان کرتا ہوں)

جو دریافت کرو بیداری کی حالت پوچھو۔ خواب تو اگر یہ بھی دیکھ لو کہ سور کا گوشت کھایا ہے واللہ ذرہ برابر تم کو بعد نہیں ہوا اور اگر خواب میں یہ دیکھو کہ

ہم جنت میں ہیں واللہ اس سے کچھ قرب نہیں ہوا۔ بہر حال کام کرو کام کرنے سے کچھ ملتا ہے اور سینہ میں کیا دھرا ہے ہاں سینہ میں تو بلغم ہے وہ تم کو دے دیں گے۔

بزرگوں کی مجلس میں دنیا بھر کی خبریں سنانا لغو حرکت ہے

اور بعض لوگ اس طرح دین کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ دنیا لے کر بزرگوں کے پاس جاتے ہیں۔ کیا معنی کہ بزرگوں کے پاس جاویں گے اور ان کا وقت بھی ضائع کریں گے اور دنیا بھر کے قصے وہاں بیان کریں گے حضرت بمبئی میں یہ ہو رہا ہے۔ روم میں یہ قصہ ہوا۔ روس میں واقعہ ہوا۔ صاحبو! تم کو روم روس کے قصوں سے کیا لینا ہے۔ خود تمہارے اندر ایک روم و روس ہے کہ ان میں روزانہ جنگ ہوتی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

اے برادر عقل یک دم با خود آر

و مہدم در تو خزاں است و بہا

(اے بھائی تھوڑی دیر کے لیے ذرا عقل درست کر کے دیکھو خود تیرے اندر مہدم

خزاں و بہار موجود ہے)

ستم است اگر بوست کشد کہ بسر سرو سمن در آ

تو ز غنچہ کم نہ دمیدہ در دل کشا پنچمن در آ

(تمہارے اندر خود چمن ہے اس کا پھانگ تمہارے ہاتھ میں ہے جب جی چاہے

سیر کر لو)

حکیم سنائی کہتے ہیں

آسمان ہاست در ولایت جاں کار فرمائے آسمان جاں
در رہ روح پست و بالا ہاست کوہ ہائے بلند و صرا ہاست

(ولایت جاں میں بہت سے آسمان ہیں جو ظاہری آسمان میں کار فرما ہیں روح
(باطن) کے راستے میں پست و بالا (نشیب و فراز) کوہ و صرا موجود ہیں)
حضرت علیؑ فرماتے ہیں۔

وانت الكتاب المبين الذي باحزفه يظهر المضمهر
وتزعم انك جرم صغير وفيك النطوى العالم الاكبر
(اور تو مثل ایسی روشن کتاب کے ہے جس کے حرفوں سے مضمہ باتیں ظاہری
ہوتی ہیں تو اپنے آپ کو جسم ضعیف سمجھتا ہے حالانکہ تیرے اندر بڑا جہان لپٹا ہوا
ہے)

صاحبو! تمہارے اندر سب کچھ ہے روم بھی ہے روس بھی ہے اس کا یہ
مطلب نہیں کہ وہاں مکان بنے ہوئے ہیں مقصود یہ ہے کہ جب تم روم روس کی
لڑائی دیکھو یا سنو تو اپنے اندر روح و نفس کی لڑائی کے متعلق بھی غور کیا کرو کہ تم پر
تمہارا نفس غالب ہے یا روح غالب ہے یہ کیا ظلم و ستم ہے کہ بیرونی لڑائیوں کے
تو متذکرے کرو اور اپنے اندر جو لڑائی ہے اس سے غفلت ہو۔

ماقصہ سکندر و دارا خواندہ ایم

از ماہر حکایت مہر و وفا سپر

(ہم نے سکندر و دارا کے قصے نہیں پڑھے ہیں ہم سے محبت اور عشق کی باتوں کے
سوا کچھ نہ پوچھو)

یاد رکھو اگر اس سے غفلت میں رہے تو بہت پچھتاؤ گے۔ یہاں تو ناکامی جو

جی رہی ہے وہاں بھی ناکام رہو گے بہت جلد ہی اصلاح کر لو۔

اصلاح کا طریق

اس آیت میں اس کا طریقہ مذکور ہے اور وہ طریقہ مرکب^۱ ہے دو جزو سے اور ان دونوں میں ترتیب بھی ہے اول تو یہ ہے کہ اپنے گناہوں سے معافی مانگو مگر معافی مانگنا یہ نہیں کہ صرف زبان سے استغفر اللہ استغفر اللہ کہہ لیا یہ تو نقل ہے معافی مانگنے کی جیسے کسی فارسی دیہاتی نے کسی واعظ سے سنا کہ بے وضو نماز نہیں ہوتی تو آپ فرماتے ہیں۔

بارہا کر دیم و شد نماز

(ایسا ہم نے بہت مرتبہ کیا اور نماز ہو گئی)

نماز نام اٹھنے بیٹھنے کا سمجھے۔ ہمارے استاد مولانا محمد یعقوب صاحب سے ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ ایک عورت اور مرد میں یہ رشتہ ہے ان کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں۔ فرمایا کہ نہیں ہو سکتا۔ کہنے لگا کہ ہم نے تو کیا تھا ہو گیا۔ نہ ہونے کا مطلب یہ سمجھا کہ الفاظ ایجاب و قبول کے منہ سے نہ نکل سکیں گے بس جیسی یہ نماز اور نکاح ہوا تھا ایسے ہی ہم لوگوں کا استغفار بھی ہے۔ صاحبو! ہر گناہ کے استغفار کا طریقہ جدا ہے گناہوں کو دیکھو کہ کیا ہیں۔

حقوق العباد کا استغفار

اگر حقوق العباد میں ان کی استغفار یہ ہے کہ ان کو ادا کرو ان کی معافی استغفار پڑھنے سے نہ ہوگی۔ اگر روزے نماز ذمہ پر ہیں ان کی استغفار یہ ہے کہ ان کی قصتا

کرو۔ اگر گناہ میں ان کی توبہ کا طریقہ استغفار مداومت سے پڑھنا ہے نیز توبہ و استغفار کے لوازم میں سے ہے معاصی کا ترک کرنا خواہ دنیات کے متعلق ہوں یا معاملات کے۔

آمد و خرچ کے خلاف شرع ذرائع

مثلاً آج کل اکثر لوگ آمدنی و خرچ کے طریقوں میں حدود شریعت کا لحاظ نہیں رکھتے۔ اس زمانہ میں آمدنی کے بہت سے طریقے خلاف شرع شائع^۱ ہوئے ہیں کہ جو بے یار بوا^۲ سے خالی نہیں۔ دیوالی کی رات میں جو جوا کھیلا جاتا ہے اس کو تو برا سمجھتے ہیں لیکن آج کل سٹ جو چل رہا ہے اس سے پرہیز نہیں کرتے ان سٹ والوں میں بہت لوگ ایسے ہیں کہ نمازی اور ڈھچی لمبی، ٹمنوں سے اوپر پا جامہ، ہاتھ میں تسبیح، بڑے مستی لیکن سٹ سے ان کا تقویٰ نہیں ٹوٹتا۔ یاد رکھو یہ بالکل جوا ہے اسی طرح چٹھیاں^۳ جو پڑتی ہیں یہ بھی جوا ہے اس سے بڑھ کر بیمہ کمپنیاں جو نکلی ہیں وہ بھی حرام ہیں۔ ان کے تو شروع ہی میں بیم آگیا ہے (یہ لطیفہ ہے ۲ جامع) اور شادی فتنہ اور چان بیمہ اور ایک قسم کے گھٹ کی تقسیم کا سلسلہ^۴ یہ سب حرام و قمار جوا اور ربوا ہیں اور ان میں سخت دھوکہ بھی ہے۔ شریعت میں کوئی معاملہ پیچیدہ نہیں اور ان طریقوں میں سخت پیچیدگی اور دھوکہ ہے۔ یہ تو آمدنی کے طریق ہیں اور خرچ کے اندر تو کچھ باک^۵ ہی نہیں ہے جہاں چاہتے ہیں تنعمات^۶ میں فضول سامان میں ناموری کے کاموں میں بے دھڑک خرچ کرتے

۱۔ پہلے پڑے ہیں ۲۔ جوئے اور سود ۳۔ لٹری ۴۔ جیسے آج کل بہت سے انعامی گھٹ کے نام سے اسکیمیں چل رہی ہیں جیسے پرائز بانڈ، سیونگ سرٹیفکیٹ وغیرہ ۵۔ رکاوٹ ۶۔ ناز و نعم کے فضول سامان میں نام آوری کے لیے خرچہ کرنے میں

ہیں۔ سمجھتے ہیں اپنی شے ہے^(۱) جس طرح چاہیں صرف کریں۔

کو کین کھانے کی خرابیاں

اور سب سے زیادہ گندہ مصرف جو اس شہر میں کثرت سے ہے کو کین^(۲) کھانا ہے۔ اس کو کینی سے سینکڑوں گھر برباد ہو گئے ظاہر میں تو ذرا سی چیز ہے لیکن مفسد اس کے کثیر ہیں شیطان کا شیرہ ہے شیطان کو کسی نے کہا تھا کہ تو بڑا ملعون ہے گناہ کرتا ہے اس نے کہا میں کیا گناہ کرتا ہوں میں تو ایک ذرا سی بات کرتا ہوں لوگ اس کو بڑھا دیتے ہیں۔ دیکھو میں تم کو تماشا دکھلاتا ہوں۔ ایک دوکان پر چنچے ایک انگلی شیرہ کی بھر کر دیوار کو لگا دی اس پر ایک کبھی بیٹھی ایک چھپکلی اس پر جمی اس پر دوکاندار کی بلی دوڑی اس پر ایک خریدار کا جو کہ فوجی سوار تھا کتا لپکا۔ دوکاندار نے اس کتے کے ایک لکڑی ماری۔ سوار کو غصہ آیا اس نے دوکاندار کے ایک تلوار ماری بازار والوں نے انتقام میں سوار کو قتل کر ڈالا۔ فوج میں خبر ہوئی فوج والوں نے بازار کو گھیر کر قتل عام شروع کر دیا۔ بادشاہ وقت نے دوسری فوج سے ان ظالموں کی سزا میں قتل شروع کر دیا۔ ایک گھنٹہ میں تمام شہر میں خون کے ندی نالے بہہ گئے۔ شیطان نے کہا دیکھا میں نے کیا کیا تھا اور لوگوں نے اس کو کہاں تک پہنچا دیا اسی طرح یہ کو کین بھی شیطان کا شیرہ ہے جب تک اپنے پاس روپیہ رہتا ہے اس کو خرید کر کھاتے ہیں جب وہ ختم ہو جاتا ہے تو اساس البیت^(۳) بیچ کر کام چلا تے ہیں جب وہ بھی ختم ہو گیا تو بیوی کا زیور پھر جائیداد اور گھر غرض سب اڑا دیتے ہیں۔ جب اپنا منہ یہ ختم ہو لیا پھر پڑوسیوں پر صفایا شروع کر دیا کسی کے برتن اٹھالیے کسی کے یہاں نقب دے

۱۔ سمجھتے ہیں کہ روپیہ ہماری ملک ہے جہاں ہمارے خرچ کریں ۲۔ اہم ۳۔ گھر کا سامان

دی آخر جیل خانہ میں چلے جاتے ہیں وہاں مفت کی روٹیاں کھاتے ہیں گھر رہنے میں تو کچھ فکر بھی تھی وہاں کچھ فکر بھی نہیں بعضے ایسے بے حیا ہوتے ہیں کہ جیل خانہ سے جب چھوٹتے ہیں تو کچھ کر آتے ہیں کہ ہمارا چولہا باقی رکھنا ہم پھر آویں گے۔ غرض یہ کو کنی بڑی بلا کی شے ہے اور ہزاروں اس میں مبتلا ہیں^(۱) اور تعجب ہے کہ سب بلائیں اور مصیبتیں اٹھاتے ہیں لیکن چھوڑتے نہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ چھوڑتی نہیں۔ صاحبو! جب ہمت قوی کر لی جاوے تو سب چھوٹ جاتی ہے۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ کے باہمت مخلص مرید کا قصہ

حضرت مولانا گنگوہیؒ کی خدمت میں ایک گاؤں کا رہنے والا مرید ہونے کے لیے آیا۔ حضرت نے کلمات بیعت کے کہ جن کا کہ حاصل معاصی سے توبہ ہے کھلا دیے جب توبہ کر لی تو کہتا ہے کہ مولوی جی جب افیم سے توبہ کرائی ہی نہیں، حضرت نے فرمایا مجھے کیا خبر کہ تو افیون کھاتا ہے۔ اچھا یہ بتلا کتنی کھاتا ہے جس قدر کھاتا ہو میرے ہاتھ پر رکھ دے مگر اس نے جیب میں سے افیون کی ڈبیہ نکال کر دور پھینکی کہ مولوی جی جب توبہ ہی کر لی تو اب کیا کھاویں گے گھر گیا تو دست شمعروہ ہوئے اس نے مولانا سے کہلا کر بھیجا کہ حضرت دعا کیجو اچھا ہو جاؤں چند روز کے بعد تندرست ہو کر پھر آیا، دو روپیہ حضرت کی خدمت میں پیش کیے حضرت نے بعد انکار کے اس کے اصرار سے قبول فرمائے کہتا ہے حضرت جی یہ تو آپ نے پوچھا ہی نہیں کہ یہ روپیہ کیسے میں حضرت نے فرمایا بتلاؤ کیسے میں کہا افیم کے میں پوچھا افیم کے کیسے کہنے لگا کہ میں دو روپیہ ماہوار کی افیون کھاتا تھا جب میں نے افیون چھوڑی تو میرا نفس بہت خوش ہوا کہ دو روپیہ پیچیں گے میں نے کہا

کہ میں تیرے لیے نہیں بچاؤں گا میں یہ دوروپہ اپنے پیر کو دوں گا۔
 بظاہر لوگ اس گنوار کو اس کی گفتگو سے غیر مذہب سمجھے ہوں گے حضرت
 تہذیب نام لکھتے اور دہلی کے الفاظ کا نہیں ہے وہ تہذیب^(۱) ہے تہذیب نام
 ہے تہذیب نفس کا جس کا بڑا شعبہ خلوص ہے جو اس گنوار میں کمال کے ساتھ
 حاصل تھا سو آپ نے الفاظ کو تو دیکھا لیکن یہ نہ دیکھا کہ اس گنوار میں کس درجہ کا
 خلوص اور تکلف اور تصنع^(۲) سے کتنا دور تھا کہ جو بات تھی بلا تکلف سب کہہ دی
 مولانا فرماتے ہیں۔

ما بروں را ننگریم وقال را

مادروں را بننگریم و حال را

(ہم بظاہر اور قال کو نہیں دیکھتے دل کو اور حال کو دیکھتے ہیں)

اور اس گنوار کی قوت علمی و عملی پر غور فرمائیے کہ کس درجہ تھی۔ قوت علمی
 تو فہم اس بات کا کہ نفس کے خلاف کرنا چاہیے اور عملی قوت یہ کہ ایک دم سے
 ایک مدت کی عادت کو جو ساہا سال کے مجاہدہ سے بھی نہیں چھوڑتی چھوڑ دی^(۳)
 بہر حال یہ نفس کے حید حوالے میں جب آدمی دل سے ہمت کرتا ہے اور قصد
 کرتا ہے کسی کام کے چھوڑنے کا تو حق تعالیٰ ضرور امداد کرتے ہیں پس کو کین بھی
 ہمت کر کے چھوڑ دو۔ اسی طرح اور سب بیہودہ اخراجات ترک کر دو۔ خلاصہ یہ ہے کہ
 آمدنی اور خرچ کے طرق کی بھی اصلاح کیجیے نیز توبہ و استغفار کا ایک شعبہ اخلاق
 ذمیرہ^(۴) کی بھی اصلاح ہے ایک مدلول آیت^(۵) یعنی اصلاح کے دو جزو ہیں سے
 ایک جزو میں تو کلام ہو چکا۔

۱۔ عذاب میں مبتلا کرنا ہے ۲۔ بناوٹ ۳۔ اور پھر حضرت کی قوت فیضان کو بھی ملاحظہ فرمائیے کہ کس
 درجہ تھی ۱۲ جامع ۴۔ برے اخلاق ۵۔ جنہر آیت دلالت کر رہی ہے

توبہ کے لوازم

اب دوسرا جزو اصلاح کا جو آیت میں مذکور ہے یہ ہے ثم توبوا الیہ یعنی پھر بعد استغفار کے حق تعالیٰ کی طرف طاعت کے ساتھ رجوع ہو جاؤ۔ یہ بھی توبہ کے لوازم^(۱) سے ہے۔

اصلاح کا ثمر

آگے اس اصلاح کا ثمرہ بیان فرماتے ہیں یرسل السماء علیکم مدراراً^(۲)۔ یعنی تم پر بارش بہت برسنے والی بھیجیں گے۔ یہ بارش خواہ ظاہر میں ہو یا اگر ظاہر میں دیر بھی ہو گئی تو اس بارش کی روح تو ضرور ہی ہوگی اور اس کو باطن کی بارش سمجھنا چاہیے یعنی قلب پر رحمت کی بارش ہوگی جس کی تفصیل اوپر آچکی ہے کہ کامیابی کی غایت طمانیت قلب^(۳) و راحت روح ہے ویزدکم قوۃ الٰہی قوتکم یعنی دوسرا ثمرہ یہ ہوگا کہ تمہاری موجودہ قوت کو بڑھادیں گے اس وقت تو قوت مالی و جاہی^(۴) ہے اصلاح کے بعد قوت قلب عطا فرمادیں گے پھر جو بھی مصیبت آوے گے وہ صورت مصیبت ہوگی اور حقیقت میں یہ حالت ہوگی کہ اس مصیبت پر ہزار راحتیں قربان کرو گے اور زبان حال سے کہو گے ع۔

ہرچہ از دوست میرسد نیکوست

(جو کچھ محبوب کی جانب سے پیش آئے وہ خیر ہی ہوتا ہے)

آگے ارشاد ہے ولا تتولوا مجرمین یعنی اعراض مت کرو مجرم ہو کر مطلق ولا تتولوا نہیں فرمایا۔

۱۔ یہ بھی توبہ کے ساتھ ضروری ہے ۲۔ سورہ ہود آیت ۵۲ ۳۔ اطمینان قلب اور روح کی تسکین ۴۔ اور اقتدار کی قوت

تولیٰ کی قسمیں

اس لیے کہ تولیٰ^(۱) کی دو قسمیں ہیں ایک صورت تولیٰ ایک حقیقت تولیٰ۔
 صورت تو یہ کہ بشریت سے غلطی ہو گئی ایسی غلطیوں سے انسان بچ نہیں سکتا۔ اور
 حقیقت تولیٰ ہوتی ہے مقابلانہ و باغیانہ تو فرماتے ہیں کہ باغیانہ تولیٰ مت کرو یعنی
 باغی مت بنو اور گناہ سے تو کیسے پاک ہو سکتے ہیں لیکن اگر گناہ ہو جائے تو ساتھ کے
 ساتھ توبہ کر لو حدیث شریف میں ہے۔ کلم خطا ون وخیر الخطائین
 التوابون۔ یعنی تم سب خطاوار ہو اور بہتر خطاوار توبہ کرنے والے ہیں۔ یہ تعلیم
 ہے حق تعالیٰ کی اور یہ طریقہ وہ ہے کہ جس سے قومی مالی جسمی دینی دنیوی ترقی ہوتی
 ہے اس کو پلے باندھو^(۲) یاد رکھو کہ ہماری دینی دنیوی فلاح دین کے ساتھ وابستہ
 ہے جب کبھی اس کے خلاف ہوا ہے تنزل اور پستی اور ادبار^(۳) اور قسط سب ہی
 بلائیں مسلط ہو جاتی ہیں۔

اب حق تعالیٰ سے دعا کرو حق تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں، آمین ثم آمین۔